7

زبردست غنیم[1] طوفان کی طرح ہندوستان کی طرف چلا آرہا ہے

(فرمودہ 3، اپریل 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"پچھلے دس دنوں میں کل سے مجھے دوسرا حملہ انفلوئنزا کا ہو رہا ہے اور علاوہ کھانسی و نزلہ کے شدید تکلیف سر درد کی ہے جس کی وجہ سے حرکت کرنا، اٹھنا، بیٹھنا، وضو کرنا اور سجدہ میں جانا بھی درد کی شدت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے آج میرے لئے بولنا قریباً تکلیف مَا لَا یُطَاق ہو رہا ہے مگر چونکہ مجلسِ شوریٰ کے لئے مَیں نے بہر حال آنا ہی تھا اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ جمعہ بھی مَیں ہی پڑھاؤں۔

ہماری شریعت نے ہمارے لئے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچادی ہوئی ہے اور جس قدر ہمارے اندر طاقت ہو اسی قدر کا حکم دیا ہے۔ آج میری تکلیف کو دیکھ کر میری ایک بیوی نے پوچھا کہ آپ خطبہ کس طرح پڑھائیں گے۔ مَیں نے کہا کہ ہماری شریعت نے ہمارے لئے سہولتیں بہم پہنچادی ہیں اس لئے اگر مَیں ایک فقرہ کہہ کر بھی بیٹھ جاؤں تو اسلامی احکام کے مطابق وہ بھی خطبہ کی غرض کو پورا کرنے والا ہو گا اور ایسے جامع مذہب کے ہوتے ہوئے مجھے خطبہ کے متعلق کوئی فکر نہیں ہو سکتا۔

مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ سال نہایت نازک سال ہے۔ آپ لوگ مجلسِ شوریٰ کے لئے اس موقع پر جمع ہوئے ہیں اور دسیوں، بیسیوں بلکہ سینکڑوں سال کے

آئندہ پروگرام آپ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہوں گے مگر ملک کی حالت ایسی خطرناک ہے کہ ظاہری عقل کے لحاظ سے آئندہ چھ ماہ کا پروگرام بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ زبردست غنیم طوفان کی طرح ہندوستان کی طرف چلا آرہا ہے اور ہر روز اس کا قدم آگے ہی آگے پڑ رہا ہے۔ پھر دوسری طرف سے بھی ہندوستان کی طرف خطرہ اس سال کم نظر نہیں آتا۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہی بتا سکتا ہے کہ آئندہ پروگرام اسلام اور احمدیت کے لئے کیا ہو گا۔ ہم ایماناً اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام اور احمدیت کے لئے کوئی نیک صورت ہی پیدا ہو گی لیکن ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر نیکی پھولوں کی سیج پر چل کر نہیں ملا کرتی۔ کئی اچھے انجام کانٹوں پر گھسٹنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور کئی زندگیاں بار بار موت کی چاشنی چکھنے کے بعد ملتی ہیں۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ سال ہمارے لئے کس قسم کی مشکلات، تکالیف، ٹھوکریں اور ابتلاء اپنے اندر مخفی رکھتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری طاقتوں سے زیادہ مصائب نہ ڈالے۔ ہمارے دشمنوں کو ہم پر غلبہ نہ دے، ہمارے شیرازہ کو بکھرنے سے بچائے، ہمارے قدم پیچھے پڑنے سے روکے اور اپنے رحم اور فضل سے ہمارے کاموں میں سہولتیں بہم پہنچائے اور ہمارے نفسوں کی اصلاح کر دے تا ہم وہی کام کریں جو اس کی مرضی کے مطابق ہوں۔ یہ دن بہت ہی نازک ہیں۔ اس بارہ میں مَیں جتنا بھی کہوں تھوڑا ہے اور جتنا بھی میرے الفاظ کے معنے آپ بڑھا کر کریں کم ہے۔ پس ان ایام کی نزاکت کو محسوس کرو اور اپنے آپ کو ایک بے جان چیز کی طرح خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دو کہ وہی حفاظت کر سکتا ہے۔ نہ حملہ آور ہمارے ہاتھ میں ہے اور نہ دفاع ہمارے اختیار میں ہے۔ سودا ہماری جانوں کا ہو رہا ہے مگر ہماری رائے کا کوئی دخل نہیں۔ ہماری مثال اس غلام کی سی ہے جو منڈی میں بکنے کے لئے لایا گیا ہو۔ فروخت کرنے والا اس کی خوبیاں بیان کرتا اور اس کے عیوب کو چھپاتا ہے اور لینے والا اس کی قیمت کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دونوں طرف سے قیمتوں کے اندازے ہوتے ہیں مگر اس غلام سے کوئی پوچھتا تک بھی نہیں کہ اس کا منشاء وہاں جانے کا ہے بھی یا نہیں جہاں اسے بھیجنے کی گفتگو ہو رہی ہے۔

اسی طرح نہ حملہ آور کو ہمارے ارادوں کی کچھ پرواہ ہے اور نہ دفاع میں ہمارا کچھ دخل ہے۔ دنیا ہمارے ملک کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے بیٹھی ہے کہ کون اسے چھین کر لے جائے مگر ہماری رائے کی کسی کو بھی کوئی قدر نہیں۔ ایسے حالات میں ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل اور دل میں حِس موجود ہے، محسوس کرے گا کہ ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم اسی درگاہ میں جا گریں جہاں غلام و آزاد اور چھوٹے بڑے کو مساوات حاصل ہے۔ جو مظلوم کی دادرسی کرتا اور سب کی آواز کو سنتا ہے۔ جس کا کوئی سہارا نہ ہو وہ اس کا سہارا ہوتا ہے اور جب کوئی بھی پکار کو سننے والا نہ ہو وہ سنتا ہے۔ سوائے اس دروازہ کے ہندوستان بالخصوص احمدیت کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں۔ کوئی آلہ ہمارے پاس حفاظت کا نہیں۔ سوائے اس کے کہ اسی دروازہ کو کھٹکھٹائیں اور اسی سے مدد مانگیں۔

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ لوگ آج اس دَر کو چھوڑ رہے ہیں۔ جھوٹے آقاؤں نے ہمیں بیچ ڈالا اور جھوٹے مدعی ہماری ملکیت کے لئے بڑھ رہے ہیں لیکن وہ سچا آقا جو ہمیشہ ہماری آبرو اور عزت کا خیال رکھتا ہے اسے لوگوں نے بھلا دیا۔ کاش لوگ اب بھی اس طرف متوجہ ہوں اور اس کی محبت کی چنگاریاں ان کے دلوں میں سُلگنے لگیں۔ وہ ہمیں خود ہی اپنی طرف کھینچ لے اور ہم بھولے ہوئے سبق کو یاد کر لیں۔ ہماری کھوئی ہوئی متاع دوبارہ حاصل ہو جائے ورنہ ہمارا ٹھکانہ نہ اس دنیا میں کوئی ہے اور نہ اگلے جہان میں۔ دنیوی لحاظ سے ہماری بربادی اور تباہی میں کوئی شک نہیں۔ وہی ایک راستہ امید کا باقی ہے اور وہ ایک ایسی ذات ہے جو مایوسیوں کو امید سے، تکلیفوں کو راحتوں سے اور ناکامیوں کو کامیابیوں سے بدل ڈالتی ہے۔ کاش ہمارے لئے یہ برکتوں کا رستہ کھل جائے اور اس کی رحمتیں ہمارے لئے نازل ہوں اور ان کے لئے جن کے دماغوں کو ابھی اس ایمان سے حصہ نہیں ملا جو خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتا ہے۔ کاش وہ بھی اس ایمان کو حاصل کر سکیں اور اس درگاہ پر آ جائیں جو بخشش اور غُفران کی درگاہ ہے اور جو درحقیقت ایک ہی مقام ہے مخلوق کے آرام پانے کا۔" (الفضل 11 اپریل 1942ء)

1: غنیم: دشمن